شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری
قدّس اللّٰہُ سِرّہٗ السّعید مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی **عبدالخالق آزاد** رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

جنوری 2022ء/ جمادی الاولیٰ، جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ • جلد نمبر 14، شمارہ نمبر 1 • قیمت: 20 روپے • سالانہ ممبر شپ: 200 روپے • تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

مجلسِ ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

ترتیبِ مضامین

- حیوانیت کی سطح پر گرنے والے انسانوں کی سزا
- دانائی کی باتیں
- مؤذنِ مکہ؛ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہٗ
- تنگ نظری کا شدت پسند سفر
- چاروں اَخلاق کی شریعت میں اہمیت
- شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ کا نظریۂ وحدت الوجود
- سبسڈی کا طوق
- عربوں کا غیر مؤثر اتحاد
- کتابِ مقدس قرآن حکیم کا نورِ ہدایت
- دین کے جامع تصور کی ضرورت واہمیت
- عمل کا تکرار فکر و کردار میں رسوخ پیدا کرتا ہے
- بلاتفریق رنگ و نسل تمام انسانیت کے لیے جدوجہد کریں!
- حافظ محمد امینؒ کا سانحۂ اِرتحال
- دعوتِ جہاد اور سیّد احمد شہیدؒ
- جب یاد آ گئے ہیں حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ
مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت والاؒ نے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (رائے پوریؒ) سے فرمایا کہ:

’’میں تمھارے سیاسی نظریات اور حضرت (مولانا سیّد حسین احمد) مدنی مدظلہٗ العالی کے ارشادات کو حق (درست) سمجھتا ہوں، مگر لوگ (مسلمان لیڈر) عقل سے کام نہیں لے رہے اور جیسا خیال تھا کہ پاکستان بننے کے بعد ان کو (قتل و غارت کا باعث بننے والی) اپنی غلطیوں کا جلد احساس ہوگا، (مگر) یہ ہوتا نظر نہیں آتا‘‘۔

(نیز حضرت والاؒ نے فرمایا:) ’’اب مجھے تجربہ ہوگیا (یعنی حقیقت کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ ماضی میں) قومیں جب تباہ ہوا کرتی تھیں تو اُن کو سیدھی بات بھی کیوں سمجھ نہیں آیا کرتی تھی۔ (یہ) پہلے صرف کتابی اور اِجمالی علم تھا، اب (مسلمانانِ برصغیر کا) تجربہ اور مشاہدہ (بھی) سامنے ہے۔ یہ سب کچھ (واقعات اپنی جگہ) ہے، مگر (سبق یہ ہے کہ جب اَور (دیگر مذاہب کے لوگ) پاگل (مشتعل مزاج اور جنونی) ہوگئے ہیں تو ہم (مسلمانوں) کو زیادہ عقل (وشعور) سے (آگے بڑھنے کی) راہ نکالنے کی ضرورت ہے‘‘۔

(۴رشوال المکرّم ۱۳۶۶ھ/ 21/اگست 1947ء، مقام: رائے پور)
(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص:349، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ رجسٹرڈ لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام ’’ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور‘‘ اکاؤنٹ نمبر **0010030341820010** الائیڈ بینک ٹیمپل روڈ برانچ لاہور، برانچ کوڈ **0536**

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

حیوانیت کی سطح پر گرنے والے انسانوں کی سزا

وَ لَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِیۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡکُمۡ فِی السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَہُمۡ کُوۡنُوۡا قِرَدَۃً خٰسِئِیۡنَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلۡنٰہَا نَکَالًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہَا وَ مَا خَلۡفَہَا وَ مَوۡعِظَۃً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۶۶﴾ (2-البقرہ:66-65)

(اورتم خوب جان چکے ہو جنھوں نے کہ تم میں سے زیادتی کی تھی ہفتہ کے دن میں، تو ہم نے کہا اُن سے: ''ہو جاؤ ذلیل بندر''۔ پھر کیا ہم نے اس واقعے کو عبرت اُن لوگوں کے لیے، جو وہاں تھے، اور جو پیچھے آنے والے تھے، اور نصیحت ڈرنے والوں کے واسطے۔)

گزشتہ آیات میں یہ حقیقت واضح کی تھی کہ بنی اسرائیل کی تعلیم و تربیت کے لیے انھیں ''تورات'' عطا کی گئی تھی، جس سے نہ صرف وہ اپنی قومی اجتماعیت کو درست کر سکتے تھے، بلکہ بین الاقوامی اجتماع قائم کرنے کی تعلیم و تربیت کے مراحل بھی طے کر لیتے، لیکن انھوں نے اُس سے روگردانی کی اور خسارے میں مبتلا ہوئے۔

ان آیات میں بتلایا جا رہا ہے کہ تورات کے احکامات اور قوانین میں سے ایک اہم قانون؛ ہفتے کے روز خالصتاً اللہ کی عبادت کے لیے اجتماع کرنے کا حکم تھا، جس میں اپنے اَخلاق اور اعمال کی اصلاح اور تربیت کی جائے، لیکن اُن کی ایک جماعت نے قانون کی ظاہری شکل سامنے رکھتے ہوئے اُس میں حیلے بہانے تراش کر رُوگردانی کا راستہ اختیار کیا۔ اس طرح تورات کے حکم کو پسِ پشت ڈال کر سزا کے مستحق ہوئے۔

وَ لَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِیۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡکُمۡ فِی السَّبۡتِ: انسانی اجتماع ایک فکر و نظریے پر اُستوار ہوتا ہے۔ اس کے ماننے والوں پر لازمی ہوتا ہے کہ وہ اپنے فکر و نظریے کو غالب کرنے کے لیے اجتماعات منعقد کریں، جن میں وہ اس کی تعلیم اور تربیت حاصل کریں۔ بنی اسرائیل کی اجتماعیت کو درست کرنے کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تورات میں جو احکامات بیان فرمائے تھے، اُن میں ہفتے کے دن اپنی معاشی سرگرمیوں کو چھوڑ کر اجتماعی طور پر کلامِ الٰہی سے فیض یاب ہونے اور اللہ کی عبادت کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ''اکثر ملتوں اور قوموں میں اپنی شہری زندگی میں عبادات اور اجتماعی معاملات کی اشاعت کے لیے ہفتہ وارانہ سرگرمی اختیار کی جاتی ہے۔ حدیث (مشکوٰۃ: 1354) میں ہے کہ یہودیوں نے ہفتے کا دن اور عیسائیوں نے اتوار کا اور مسلمانوں نے جمعہ کا دن اپنے لیے اختیار کیا''۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ لکھتے ہیں: ''بنی اسرائیل کو تورات میں حکم ہوا تھا کہ: ''شنبہ (ہفتے) کا دن خالص عبادت کے لیے مقرر ہے۔ اس دن مچھلی کا شکار مت کرو''۔

تورات کے اس حکم اور قانون پر عمل درآمد کے حوالے سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھیں آزمایا کہ وہ اپنی خواہشات کے علی الرغم اس قانون کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں۔ جیسا کہ سورت الاعراف میں ارشادِ ربانی ہے: ''اور پوچھ اُن سے حال اُس بستی کا جو تھی دریا کے کنارے، جب حد سے بڑھنے لگے ہفتے کے حکم میں، جب آنے لگی اُن کے پاس مچھلیاں ہفتے کے دن پانی کے اوپر، اور جس دن ہفتہ نہ ہو تو نہ آتی تھیں۔ اس طرح ہم نے اُن کو آزمایا، اس لیے کہ وہ نافرمان تھے''۔ (الاعراف: 163) اس آزمائش میں وہ پورے نہیں اُترے، بلکہ لالچ میں آ کر ہفتے کے روز زیادہ شکار کرنے لگے۔

فَقُلۡنَا لَہُمۡ کُوۡنُوۡا قِرَدَۃً خٰسِئِیۡنَ: حضرت شیخ الہندؒ لکھتے ہیں: ''وہ لوگ فریب اور حیلے سے ہفتے کے دن شکار کرنے لگے تو اللہ نے اُن کو مسخ کر کے اُن کی صورت بندر کی سی کر دی۔ فہم و شعورِ انسانی موجود تھا۔ اور ایک دوسرے کو دیکھتا تھا اور روتا تھا، مگر کلام (بات چیت) نہیں کر سکتا تھا۔ تین دن کے بعد سب مر گئے۔ اور یہ واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں ہوا۔ مفصل (واقعہ) سورت الاعراف (کی آیات 163 تا 166) میں آئے گا''۔ اُن کے بندر بننے کا سبب بیان کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ''مچھلیوں کو ہفتے کے روز بند تالابوں میں روک لینے کی وجہ سے مچھلیاں خراب ہونے لگیں، اُن میں بدبو اور تعفن پیدا ہو گیا۔ جب انھوں نے اِن بدبودار مچھلیوں کو کھایا تو اُن لوگوں کا طبعی مزاج بھی بگڑ گیا اور اُن کی جسمانی ساخت میں تبدیلیاں پیدا ہو گئیں۔ اُن کے نسمۂ انسانی کی نئی نشو و نما میں بھی خرابی پیدا ہو گئی۔ یوں اُن کے جسموں پر بندروں کی طرح بال اُگنے لگے۔ اُن پر ذلت اور رُسوائی مسلط ہو گئی۔ وہ اُس وقت ممکنہ قریب ترین عذاب کی حالت میں مبتلا ہو گئے''۔ (تاویل الاحادیث)

انسان تبھی اپنی اجتماعی سرگرمیاں برقرار رکھ سکتا ہے، جب وہ اپنی سوسائٹی کے قوانین کی پابندی کرے۔ قانون شکن لوگ دراصل انسانیت کے دائرے سے نکل کر حیوانیت کے درجے پر اُتر آتے ہیں۔ انسان اور حیوان میں فرق انسانی اجتماع کے لیے بنائے گئے قوانین کی پابندی سے ہی ہوتا ہے۔ انسانی معاشرہ قانون کا پابند ہوتا ہے، جب کہ حیوانی جنگل قانون سے ماورا ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے جب ہفتے کے روز شکار کی پابندی کا قانون توڑا تو وہ انسانیت سے قریب ترین حیوان' بندر کی سی شکل و صورت اختیار کر گئے۔ یوں قانون شکنی کی وجہ سے اُن پر ذلت اور رُسوائی سوار ہو گئی۔

فَجَعَلۡنٰہَا نَکَالًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہَا وَ مَا خَلۡفَہَا: اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس سزا کے ذریعے اگلی پچھلی تمام قوموں کو اجتماعی قانون کی پابندی کرنے کا طریقہ سکھایا۔ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں: ''اس واقعے اور اس عقوبت (سزا) کو ہم نے باعثِ خوف و عبرت بنا دیا اگلے اور پچھلے لوگوں کے واسطے، یعنی جنھوں نے اس عذاب کا مشاہدہ کیا اور جو آئندہ پیدا ہوں گے، یا جو بستیاں اُس شہر کے آگے اور اُس کے پیچھے آباد تھیں''۔

وَ مَوۡعِظَۃً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ: تورات کے اس قانون پر عمل درآمد کے حوالے سے بنی اسرائیل میں کئی جماعتیں بن گئی تھیں، جن میں کچھ لوگ تو قانون شکن تھے، کچھ لوگوں نے انھیں قانون شکنی سے باز رکھنے کی نصیحت بھی کی۔ ایسے متقی لوگوں کے لیے یہ واقعہ بڑی موعظت رکھتا ہے، جنھوں نے تورات کی تعلیمات کو پورے عدل و انصاف کے ساتھ قبول کیا اور اس پر صدقِ دل سے عدل و تقویٰ کے ساتھ عمل درآمد کیا۔

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

دانائی کی باتیں

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: جَاءَ جِبْرِیْلُؑ اِلَی النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: ’’یَامُحَمَّدُ! عِشْ مَا شِئْتَ، فَإِنَّکَ مَیِّتٌ، وَاَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَإِنَّکَ مَفَارِقُهُ، وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ، فَإِنَّکَ مَجْزِيٌّ بِهٖ، ثُمَّ قَالَ: یَامُحَمَّدُ! شَرَفُ الْمُؤْمِنِ قِیَامُ اللَّیْلِ وَعِزُّهُ اسْتِغْنَاؤُهُ عَنِ النَّاسِ‘‘. (المستدرک علی الصحیحین، 7921)

(حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ’’اے محمدؐ! آپ جتنا جی سکتے ہو، جی لو، ایک دن آپ کو وفات آنی ہے۔ اور جس سے محبت کرنی ہے کرلو، ایک دن اس سے جدا ہونا ہے۔ اور جو عمل کرنا ہے کرلو، ایک دن اس کا بدلہ ملنا ہے۔ پھر عرض کی: اے محمدؐ! مؤمن کا شرف، رات کی عبادت میں ہے اور اس کی عزت، لوگوں سے بے نیاز رہنے میں ہے‘‘۔)

اس حدیث میں زندگی، محبت، عمل، شرافت اور عزت سے متعلق گفتگو ہے:

1۔ انسان کی دنیاوی زندگی بہت محدود ہے اور جلد ہی ختم ہونے والی ہے۔

2۔ دنیا کی چیزوں یا خونی رشتوں سے اُنس اور محبت فطری امر ہے۔ دنیا میں محبت کے لیے ایک حد ہوتی ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ ایک وقت پر اُسے ختم ہونا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے دنیا کی چند چیزوں کی محبت دی گئی ہے۔ (النسائی، 3939)

3۔ دنیا میں انسان جو بھی عمل کرتا ہے اس کو اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ اس لیے یہ سوچ سمجھ کر عمل کرنا چاہیے کہ اس عمل کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ شرعی قوانین کی پابندی کے علاوہ اس بابت آپ ﷺ نے یہ رہنمائی فرمائی کہ اپنے دل کو ٹٹول لو کہ جو کام کر رہے ہو، اس کے بارے میں تمھارا دل کیا کہتا ہے؟ آیا یہ کام صحیح ہے یا غلط؟ (مسند احمد)

4۔ ایک مؤمن کی شرافت یہ ہے کہ وہ رات کا کچھ حصہ اپنے رَبّ کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی جناب میں مناجات کرے، اپنی غلطیاں تسلیم کرے، اس کو منائے اور اللہ کے فضل کی اُمید دل میں رکھ کر اس کے سامنے اپنی حاجات رکھے۔

5۔ انسان کی عزت اس میں ہے کہ وہ لوگوں کے مال و دولت سے اپنے آپ کو مستغنی کرلے۔ ان کے دُنیوی ساز و سامان میں اپنی کوئی دلچسپی نہ رکھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو کچھ دنیا میں ہے، اس سے مستغنی ہو جاؤ۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مستغنی ہو جاؤ، تو لوگ تم سے محبت کرنے لگ جائیں گے‘‘۔ (ابن ماجہ، 4102) لوگ اپنے وسائل میں دوسروں کی شراکت کو عموماً پسند نہیں کرتے۔ جب انسان دوسروں کے مال اور وسائل میں رغبت رکھنے لگتا ہے تو ان کے دلوں سے اس کی عزت نکل جاتی ہے۔ اس حدیث میں عزت حاصل کرنے کا راز یہ بتایا گیا ہے کہ لوگوں کے مال سے بے اعتنائی برتی جائے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ: ’’جس سے مخلوق کو فائدہ پہنچنے کی امید ہو، اس کو اپنے جائز دنیاوی نفع نقصان سے بھی اونچا ہو جانا چاہیے‘‘۔ (ارشادات، ص:130)

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

مؤذنِ مکہ؛ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ

مؤذنِ مکہ؛ حضرت ابومحذورہ سمرہ/اوس بن معیر بن لوزان قرشی جمحی رضی اللہ عنہ صغار صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ ۸ھ میں 14 سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت ابومحذورہؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ کچھ اس طرح ہے، جو آپؓ خود بھی بیان کیا کرتے تھے کہ آپؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ۸ھ میں چند مشرکین کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ ٹھیک اسی وقت رسول اللہؐ غزوۂ حنین سے واپس آ رہے تھے۔ راستے میں ایک مقام پر ٹھہرے۔ حضرت بلالؓ نے نماز کے لیے اذان دی۔ ابومحذورہ کے ساتھیوں نے اذان کی آواز سنی تو بطور مضحکہ اس کی نقل اتارنے لگے۔ ابومحذورہ نے بھی نقل اتاری۔ ان کی آواز نہایت دل کش تھی، اس لیے مضحکہ میں بھی دلکشی باقی رہی۔ رسول اللہؐ نے آواز سن کر اذان دینے والوں کو بلا بھیجا۔ یہ لوگ آئے۔ آپؐ نے پوچھا: ابھی کس نے بلند آواز سے اذان دی تھی؟ ابومحذورہؓ کے ساتھیوں نے ان کی طرف اشارہ کر دیا۔ آپؐ نے سب کو واپس بھیج دیا اور انھیں روک لیا اور اذان دینے کی فرمائش کی۔ ابومحذورہ کو یہ فرمائش بہت گراں گزری، لیکن انکار کی جرأت نہ تھی۔ ان کو اذان سے پوری واقفیت نہ تھی، اس لیے رسول اللہ نے انھیں اذان کے جملے سکھائے۔ ابومحذورہؓ نے آپؐ کی زبان سے سن کر انھی کلمات کو دہرا دیا۔ زبانِ نبیؐ کا یہ اعجاز تھا کہ اس مرتبہ اذان دینے میں زبان کے ساتھ دل بھی ’’لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ پکار اُٹھا اور حضرت ابومحذورہؓ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے اذان کا مذاق اڑا رہے تھے، اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔ حضورؐ نے آپؓ کو ایک تھیلی میں تھوڑی سی چاندی دی اور ان کی پیشانی سے لے کر ناف تک دستِ مبارک پھیر کر تین بار یہ دعا دی: ’’اللہ تجھ میں اور تجھ پر برکت دے‘‘۔ آپؓ پر عشقِ نبویؐ کا اتنا غلبہ تھا کہ آپؓ کی پیشانی کے چوٹی کے وہ بال، جن پر حضور ﷺ نے ہاتھ رکھا تھا، ساری زندگی نہ کٹوائے۔

حضرت ابومحذورہؓ نے آں حضرتؐ سے درخواست کی یا رسول اللہؐ! مجھے مکہ میں اذان دینے کی اجازت مرحمت ہو۔ آپؐ نے منظور فرمایا اور ابومحذورہؓ اجازت لے کر مکہ چلے گئے۔ فتح مکہ کے بعد آں حضرتؐ نے آپؓ کو مکہ کا مستقل مؤذن بنا دیا۔ آپؓ کی اذان اور خوش الحانی کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ حدیث کی کتابوں میں آپؓ کی کئی مرویات موجود ہیں، صحیح مسلم میں بھی آپؓ سے ایک روایت ہے۔ آپؓ باصلاحیت بچوں اور نوجوانوں سے پیار و شفقت سے پیش آتے، ان کی حوصلہ افزائی فرماتے، مستقبل کی ذمہ داریوں کے حوالے سے تربیت کرتے اور انھیں دلی دعاؤں سے فیض یاب فرماتے۔

حضرت ابومحذورہؓ حرم مکہ کے موذن تھے، اس لیے ہمیشہ یہیں قیام پذیر رہے اور یہیں حضرت امیر معاویہؓ کے عہدِ خلافت ۵۹ھ میں وفات پائی۔ بعض روایتوں میں ۷۹ھ میں وفات کا ذکر ہے۔ حضرت ابومحذورہؓ کے بیٹے حضرت عبدالملک آپؓ کے بعد حرمِ مکی میں مؤذن رہے۔ (اُسد الغابہ، الاصابہ، سیر الصحابہ، گلدستہ تفاسیر ج2 ص319)

شذرات

تنگ نظری کا شدت پسند سفر

اگر اجتماعی مقاصد سامنے اور اَہداف واضح ہوں تو ایک سرگرم قوم اپنی منزل تک کے سفر کے لیے شب و روز اور ماہ و سال کو بھی اپنی حیاتِ اجتماعی کے اہم سنگ ہائے میل شمار کیا کرتی ہے، لیکن اگر کارگزارِ حیات کی کوئی سمت ہی متعین نہ ہو تو پھر انسانی آبادیوں میں چلتے پھرتے، مگر مقصدِ حیات سے بیگانے انسانوں پر صدیاں بھی بیت جائیں تو بے جان پتھروں کی طرح اپنی جگہ پر کھڑے کسی بھی تبدیلی کا منہ چڑاتے رہتے ہیں۔

سن 2021ء کا سورج بھی اپنے جلو میں بہت سے اَلمیے اور صدمے لیے غروب ہوا۔ اس میں ہونے والے واقعات ہمارے اجتماعی ضمیر کو جھنجھوڑنے میں ناکام رہے ہیں اور ہم اپنی جگہ گیلی لکڑی کی طرح پڑے سلگ رہے ہیں۔

خصوصاً اس سال کے آخری مہینے میں سیالکوٹ میں جنم لینے والے اندوہ ناک واقعے نے ایک بار پھر پوری دنیا کو ہماری طرف متوجہ کر دیا ہے۔ اور ایک ہماری نام نہاد مذہبی و سیاسی قیادت ہے، جو اپنے روایتی بیانات کو اپنا وطیرہ بنائے ہوئے ہے کہ یہ چند اَفراد کا ذاتی فعل ہے، اس سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں اسلام اس طرح کے گھناؤنے فعل کی قطعاً اجازت نہیں دیتا، لیکن اصل سوال یہ ہے کہ پھر ایسے واقعات ہمارے ہاں پورے تسلسل کے ساتھ کیوں ہوتے رہتے ہیں؟ کیا اس حادثے کے مرتکب افراد کسی اَور مذہب سے تعلق رکھتے ہیں؟ یا کسی اَور ملک سے آ کر انھوں نے یہ جرم کیا؟ آخر انھوں نے یہ ذہن کہاں سے لیا ہے؟ اس فصل کو ہمارے ہاں کس نے کاشت کیا؟ اور کون اسے پانی دیتا ہے؟ یہ واقعہ یک دم نہیں ہوا۔ یہ ایسے ہی بہت سے واقعات کی ایک کڑی ہے۔

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

ہمیں آج پھر ایک بار اس کے اَسباب اور رُوٹس پر غور کرنا چاہیے کہ آخر اس طرزِ عمل کا کُھرا کس کے گھر جاتا اور ہمارے معاشرے میں اس کی جڑیں کہاں موجود ہیں؟ کیوں کہ جذبات کے پریشر کُکر کی سیٹی مسلسل بج رہی ہے۔ ہمارے ہاں ایسے واقعات کے رونما ہونے پر ایک شور اُٹھتا ہے اور پھر روایتی بے حسی اس وقت تک قائم رہتی ہے، جب تک یہ پریشر کُکر دوبارہ کہیں پھٹ نہ جائے۔ آج بھی کلاس رومز میں معصوم بچوں کے ذہن میں زہر اُگلنے والے اسی ملک و ریاست میں اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں اور حکومت ان کی عوامی پذیرائی کا سامان فراہم کرنے کے لیے کمربستہ ہے۔

اس خطے میں ہزاروں سال سے بہت سے مذاہب موجود رہے ہیں۔ اس کثیر المذہبی خطے کی یہ خوبی رہی ہے کہ یہاں کے لوگ مذہب و عقیدے کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی حقیقت سمجھتے رہے ہیں۔ آخر مذہبی اور عقیدے کی سرزمین میں مذہب کو فسادات کا ذریعہ کس نے بنایا؟ اور کسی بھی سماج کی اس خوبی کو خامی میں بدلنے کی منصوبہ بندی کب، کہاں اور کس نے کی؟

انسان کے مذہبی جذبات کا مطالعہ اور دورِ نبویؐ کی تربیتی حکمتِ عملی اور اس پر بننے والے معاشروں کی پوری ایک تاریخ ہمارے سامنے موجود ہے۔ جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا، یہ خطہ بذاتِ خود اپنے دامن میں بہت سے عقیدوں اور مذاہب کو سمونے کی ایک شان دار تاریخ رکھتا ہے۔

مسلمان صوفیا اور حکمرانوں نے دُنیا بھر کے مختلف اور متنوع نفسیات اور مزاج کے حامل علاقوں میں اسلام کے انسانی پہلو کو اُجاگر کر کے اسلام کو عام انسانیت کے لیے قابلِ قبول دین بنایا تھا۔ پھر آخر کیا ہوا کہ ہم اس موجود روایت کو سنبھال نہیں پا رہے؟ نقب کہاں لگائی گئی ہے؟ اور دشمن کہاں کھات لگائے بیٹھا ہے؟ یہ آج سب سے اہم کرنے کا کام ہے۔

سب سے پہلے تو ہمیں اس سلسلے میں اپنے ہاں موجود سیاسی عمل کا جائزہ لینا ہوگا کہ جہاں دو قوتیں مسلسل اپنے گروہی اور خالصتاً ذاتی مفادات کے لیے مذہب کو بے دریغ استعمال کرتی ہیں، ان میں سے ایک قوت حکمران ہے کہ وہ اپنے اقتدار کو عوام میں قابلِ قبول بنانے کے لیے مذہب کے نام کو استعمال کرتے ہیں۔ ''اسلام کے نام پر ایک تجربہ گاہ حاصل کرنے کے عمل سے لے کر ریاستِ مدینہ'' کے سلوگن تک پوری تاریخ اس عمل کی سنگینی کی گواہ ہے۔ دوسری قوت ہماری مذہبی سیاسی جماعتیں ہیں، جو ''نفاذِ نظامِ اسلام'' کے نام پر اس چورن کو قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک مسلسل بیچ رہی ہیں۔

آج ہم جس خطرناک صورتِ حال کی طرف بڑھ رہے ہیں، وہ اس دوسری قوت، یعنی مذہبی سیاسی جماعتوں کے پاکستان میں مکمل اقتدار حاصل کرنے کی پسپائی کے بعد اقتدار کے ایوانوں میں اپنے حصے کو یقینی بنانے کے لیے مذہبی شدت پسندی کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا ہے، جو معاشرے کے لیے بہت ہی خطرناک رُجحان ہے۔ جب کسی معاشرے میں مذہب جیسے پاکیزہ جذبات کو اپنی مذہبی اتھارٹی منوانے اور اقتدار میں حصے داری کی سودے بازی کے لیے استعمال کیا جانے لگے تو ایسے دور میں دینی شعور و بصیرت کی ضرورت دوچند ہو جاتی ہے۔ ورنہ یہ طبقے دینِ اسلام جیسے مکمل اور حقیقی دین کے چہرے کو مسخ کر دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ قرآن حکیم نے اس سلسلے میں سابقہ ادیان کی صورت بگاڑنے میں یہودیت اور عیسائیت کی تاریخ اور رویوں کا ایک وافر حصہ فراہم کیا ہے، جس سے آج بھی اپنے فکر و شعور کو جلا بخشی جا سکتی ہے۔

اب ہمارے سامنے قابلِ عمل صورت جو ایک دینی فریضے کی حیثیت بھی رکھتی ہے، وہ گروہی مفادات کی بنیاد پر جاری سیاسی عمل میں اپنی صلاحیتوں کو ضائع کرنے کے بجائے پہلے اسلام کے حقیقی تصور کا شعور پیدا کرنا اور اُجاگر کرنا ہے، تاکہ اپنے عہد کے ان طبقوں کی طرف سے آئی آفت سے مخلوقِ خدا کو بچایا جا سکے۔ (مدیر)

افکارِ شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری

چاروں اَخلاق کی شریعت میں اہمیت

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰهِ البالغه'' میں فرماتے ہیں:

''شریعتوں کی تفصیلات اور قانون سازی میں ان (چاروں) اَخلاق (طہارت، اِخبات، سماحت، عدالت) کا بہت اعتبار رکھا گیا ہے۔

ان چاروں اَخلاق اور ان سے پھوٹنے والے افعال اور ہیئات کے علاوہ کچھ ایسے افعال اور ہیئات ہیں، جو ان اَخلاق کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں، یا ان چاروں کی ضد پر مبنی بداخلاقیوں سے وجود میں آتے ہیں۔ اس پہلو سے کہ وہ یا تو:

(1) فرشتوں کے مزاج کی وجہ سے اچھے اعمال پیدا ہوتے ہیں،

(2) اور شیاطین کے مزاج کے مطابق بداخلاقی پر مبنی اعمال و افعال ہوتے ہیں۔

یا انسانی نفس کے ان دونوں (فرشتوں اور شیطان) میں سے کسی ایک جانب میلان کے نتیجے میں وہ اعمال اور افعال صادر ہوتے ہیں۔

اس لیے شریعتوں کے قانونی اور تفصیلی نظام بنانے میں ان چاروں اَخلاق سے پھوٹنے والے اعمال کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی ضد پر مبنی بداخلاقی سے وجود میں آنے والے اعمال و افعال سے منع کیا گیا ہے۔ اس طرح کے بعض افعال و اعمال کا تذکرہ ہم نے پیچھے (چھٹے مبحث کے ساتویں باب میں) کیا ہے۔

(شیطانی مزاج سے پیدا ہونے والے اعمال و افعال)

شیطانی اعمال و افعال سے متعلق نبی اکرم ﷺ کی یہ احادیث ہیں:

(1) ''إنّ الشّیطان یأکل بشماله، و یشرب بشماله''. (بے شک شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔) (مشکوٰۃ:4163)

(2) نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''الاجدع شیطان'' (اعضا کٹا ہوا (کن کٹا وغیرہ) شیطان ہوتا ہے)۔ (مشکوٰۃ، حدیث:4767)

(ان دونوں احادیثِ نبویہ میں شیطانی وسوسے سے پیدا ہونے والے بُرے اعمال و افعال سے بچنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔)

(امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ (چھٹے مبحث کے ساتویں باب میں) ان احادیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ: '' جاننا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کی اس جیسی احادیث میں بعض افعال واعمال کی شیاطین کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ میرے ربّ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ان احادیث کا یہ سِرّ (راز) سمجھایا ہے کہ شیاطین کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت اور قدرت دی ہے کہ وہ لوگوں کے خوابوں میں مختلف شکلوں میں آ سکتے ہیں اور جاگنے کی حالت میں لوگوں کی نظروں میں ایسی شکل و صورت اختیار کر سکتے ہیں، جو اُن کے مزاج کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ ایسی صورت میں ان پر کچھ شیطانی حالات طاری ہوتے ہیں۔

وجدانِ سلیم رکھنے والے باذوق اہلِ علم جانتے ہیں کہ شیطانوں کا مزاج اُن میں انتہائی بُرے اعمال ہی پیدا کرتا ہے۔ اور ایسے افعال پیدا کرتا ہے، جن سے طیش اور تنگی اور ہلکے پن کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور گندگیوں کی طرف میلان ہوتا ہے۔ دلوں میں اللہ کے ذکر سے سختی پیدا ہوتی ہے اور ہر اچھے مطلوبہ نظام میں فساد پیدا ہوتا ہے۔...

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر ایسے شیطانی افعال منکشف کر دیے اور یہ بتلا دیا کہ یہ افعال شیطانی مزاج کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ پس شیطان خواب میں اور جاگنے کی حالت میں کسی انسان کے سامنے جب ایسی شکل میں ظاہر ہو تو وہ شیطانی کام ہوتے ہیں۔ بے شک مسلمان کے حق میں اللہ کی مرضی یہ ہے کہ وہ بقدرِ استطاعت شیطانوں اور اُن کے اعمال و افعال سے بہت دور رہیں۔ چناں چہ نبی اکرم ﷺ نے اُن افعال و اشکال کا ذکر کیا، انھیں ناپسند فرمایا اور ان سے بچنے کا حکم دیا۔)

(فرشتوں کے مزاج سے پیدا ہونے والے اعمال و افعال)

(3) نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے: ''ألا تصفّون کما تصفّ الملائکة'' (تم (نماز اور جہاد کی) صفیں ایسے کیوں نہیں بناتے، جیسا کہ فرشتے صف بنا کر کھڑے ہوتے ہیں۔) (مشکوٰۃ، حدیث:1091)

(اس حدیث میں فرشتوں کے افعال و اعمال کی پیروی کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔)

چناں چہ شریعت میں (فرشتوں کے مزاج کے مطابق) ان اعمال و افعال کا حکم ہے:

(1) (اخبات کے لیے) ایسے ذکر و اذکار کا حکم دیا گیا ہے، جو ہر وقت اللہ کی جناب میں ''اِخبات'' اور گڑگڑانے کی کیفیت میں مفید ہوتے ہیں۔

(سماحت کے حصول کے لیے درج ذیل احکامات ہیں:)

(1) مشکلات میں صبر کرنے اور غریبوں کے لیے مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(2) لذتوں کو توڑنے والی (موت) یاد رکھنے اور آخرت کے فکر کی رغبت دی گئی ہے۔

(3) لوگوں کی نظروں میں دنیا کے اُمور کی بے ثباتی اور کمزوری واضح کی گئی ہے۔

(4) اللہ کی جلالتِ شان اور اُس کی عظیم قدرت میں غور و فکر کرنے پر اُبھارا گیا ہے، تاکہ انھیں ''سماحت'' کا خُلق حاصل ہو جائے۔

(عدالت کے حصول کے لیے درج ذیل کاموں کا حکم:)

(1) مریض کی عیادت، (2) نیکی اور صلہ رحمی، (3) ''السلام علیکم'' اور سلامتی کو پھیلانے، (4) مجرموں کے لیے حدود اور سزائیں نافذ کرنے کے قوانین، (5) نیکیوں اور معروف کا نظامِ حکومت بنانے اور منکرات سے روکنے کا نظام بیان کیا ہے، تاکہ اُن میں عدالت کا خُلق پیدا ہو جائے۔ شریعت نے ان افعال اور ہیئات کو بہت کامل طریقے سے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نبی کریم ﷺ کو خوب ایسی جزا دے، جیسا کہ آپ ﷺ کا مقام ہے۔ ہماری طرف سے بھی اور تمام مسلمانوں کی طرف سے بھی۔

جب تم نے (ان چاروں اَخلاق کے) اصول جان لیے، اب ہم ان اَخلاق کی بنیاد پر بعض تفصیلات کو بیان کرنے میں مشغول ہوتے ہیں۔

(من أبواب الإحسان، باب(1): علمُ الشّرائع و الإحسان)

تاریخِ اسلام کے ناقابلِ فراموش واقعات

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ کا نظریۂ وحدت الوجود

عام خیال یہ ہے کہ اسلامی تصوف میں ''وحدت الوجود'' کا نظریہ سب سے پہلے شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی ابن عربیؒ نے پیش کیا، حال آں کہ شیخ ابنِ عربیؒ سے پہلے بھی یہ نظریہ صوفیا کے ہاں تصوف کا اہم موضوع رہا ہے۔ البتہ شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ نے اس نظریے کو اپنی کتابوں ''فتوحاتِ مکیہ'' اور ''فصوص الحکم'' میں جس تفصیل اور فلسفیانہ تعبیرات سے بیان کیا ہے، وہ صرف انھیں کا امتیاز ہے۔

وحدت الوجود (ہمہ اوست) کا سادہ اور عام فہم مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں حقیقی وجود صرف ذاتِ باری تعالیٰ کا ہے۔ وہی واجب الوجود ہے۔ یعنی اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں، جب کہ اس کے ماسوا ہر وجود بے ثبات اور فانی ہے۔ کائنات میں جتنی چیزیں ہمیں نظر آتی ہیں، انھیں اگرچہ 'وجود' حاصل ہے، لیکن اللہ کے وجود کے سامنے ان کے وجود کی کوئی حقیقت نہیں۔ گو یا وہ کالعدم ہیں۔ خارج میں صرف ایک ہی ذات کا وجود ہے۔ آفاق میں جو مظاہر نظر آتے ہیں، وہ ذاتِ واحد کے مظاہر ہیں۔

امام غزالیؒ نے اس کی یوں مثال دی ہے کہ ''جیسے شعلۂ جوالہ کو تیزی سے گھمائیں تو وہ دائرہ نظر آئے گا، جب کہ وہ دائرہ وجودِ اعتباری ہے۔ وجودِ حقیقی تو صرف وہ ایک شعلۂ جوالہ ہے۔ اولیائے کرام جب وجودِ حقیقی (ذاتِ باری تعالیٰ) کی تجلیات کے قریب تر ہوتے جاتے ہیں، تو حجابات مرتفع ہوتے جاتے ہیں۔ تو وہ موجودات کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ سب وجودِ اعتباری ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بھی معدوم سمجھتے ہیں۔ ایک عارف کی نگاہ میں موجودات مستور ہو جاتے ہیں۔ جیسے دن میں جب سورج نمایاں ہوتا ہے، تو چاند تارے موجود ہونے کے باوجود نظر نہیں آتے''۔

نظریۂ وحدت الوجود اصل میں عقیدۂ توحید ہی کی توضیح و تشریح ہے۔ مولانا جامیؒ اپنی کتاب ''نفحات الانس'' میں توحید کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ہمیشہ وحدت سے متصف رہا ہے۔ چناں چہ حدیث شریف میں ہے: ''کان اللّٰہ و لم یکن شیءٌ غیرہ'' (بخاری: 3191) یعنی اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے سوا کوئی دوسری شئے نہ تھی اور اب اسی طرح ہے۔ اور ابدالآباد اسی طرح رہے گا۔ قرآن مجید میں ہے: ''کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ'' (28-القصص: 88) یعنی ہر شئے ہلاک ہونے والی ہے، سوائے اللہ کی ذات کے۔ اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ ہر شئے ہلاک ہو جائے گی، بلکہ ہالک کہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت بھی ہلاکت والی، یعنی فانی ہے۔ ایک موحِّد جب وجودِ واحد (اللہ تبارک و تعالیٰ) کا مشاہدہ حاصل کرتا ہے تو تمام دیگر وجود موحِّد کی نظر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اُس کی ہستی بحرِ توحید کا ایک قطرہ ہو کر اس میں گھل مل جاتی ہے۔ جب اہلِ حق اور صوفیا، زمان و مکان کی تنگنائیوں سے ماورا ہوتے ہیں تو اُن پر مشاہدۂ حق کی یہ تصویرِ توحیدی منکشف ہوتی ہے۔ اور دنیا میں جو لوگ مشاہدۂ حق سے حجاب کی کیفیت میں ہوتے ہیں، انھیں قیامت کے دن یہ کیفیت حاصل ہوگی۔

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

سبسڈی کا طوق

ہماری مقتدرہ اور سول و فوجی بیوروکریسی کتنے محبِّ وطن ہیں، اس کا اندازہ چوہتر سال کی تاریخ سے لگانا کافی آسان ہے۔ لیکن وہ کس قدر عاقبت نااندیش ہو سکتے ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ ہر بحرانی کیفیت سے یہ لوگ کیسے نبرد آزما ہوتے ہیں اور اس کے بعد کی حکمتِ عملی کیا بنائی جاتی ہے۔ اس قسم کے تجزیے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے یہاں ہر کام آخری سمجھ کر کیا جاتا ہے اور ایسا لوٹ مار کا بازار گرم کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد گویا کوئی مخصوص ادارہ یا ملک ہی ختم ہو جائے گا۔ اس لیے جو ہاتھ آئے پکڑ لو، لیکن ہر بار بچت کی راہ نکال لی جاتی ہے اور آئندہ آنے والے پھر اسی طرح کی واردات ڈالتے رہتے ہیں۔

حالیہ دہائی میں ملکی معیشت کو کئی چیلنجز درپیش ہیں۔ قرضوں کا بوجھ، پیداواری عمل میں سست روی اور مہنگائی ایسے بنیادی مسائل ہیں، انھیں جتنا درست کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، یہ اُتنا ہی خراب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ 'بحران ختم ہونے نہ پائے، تاکہ ''اُوپر کے مال'' کی گنگا بہتی رہے' مقصد ہے۔ اس لیے ایسی پالیساں بناؤ جو ایسے بحرانوں کو بدستور جنم دیتی رہیں۔ ملکی بجٹ کا خسارہ پانچ ہزار ارب روپے سے زیادہ ہے۔ ایسے میں مخصوص شعبوں کو ٹیکس کی چھوٹ، سستی بجلی اور گیس یہ کہہ کر دی جاتی ہے کہ سرمایہ کاری میں اضافہ ہوگا، برآمدات بڑھیں گی، کسان کو کھاد کی بوری کم لاگت میں ملے گی وغیرہ وغیرہ۔

پاکستان انسٹیٹیوٹ آف ڈیویلپمنٹ اکنامکس کی حالیہ رپورٹ کے مطابق کھاد فیکٹریوں کو دی جانے والی 200 ارب روپے کی سبسڈی کا فائدہ کسان سے زیادہ کھاد فیکٹریوں کے مالکان کو ہو رہا ہے۔ کیوں کہ کسان کو کھاد کی بوری آج بھی بلیک مارکیٹ سے 2200 روپے کے لگ بھگ مل رہی ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق کھاد فیکٹریوں کو سستی گیس فراہم کرنے کا سلسلہ بند کر دینا چاہیے، لیکن کیا کریں کھاد کے شعبے میں پاکستان کے طاقت ور ترین گروپس کام کرتے ہیں، جن کا پالیسی سازی پر مکمل کنٹرول ہے۔ وہ ملک کو تو داؤ پر لگا سکتے ہیں، لیکن منافع کی گنگا کو بند کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

یہی حال رئیل اسٹیٹ سیکٹر کا ہے، جہاں ٹیکس کی شرح اصل قیمت سے تین سے چار گنا تک کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پلاٹوں کی قیمتیں بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور ایک عام محنتی پاکستانی اپنے گھر کی ضرورت کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ کیوں کہ اس کے گھر کی قیمت میں آدھی سے زیادہ قیمت پلاٹ کی ہوتی ہے، لیکن ہمارے رئیل اسٹیٹ سے متعلق ادارے ہیں کہ ان کے کرتا دھرتاؤں کو پلاٹ کی قیمت بڑھانے سے غرض ہے، نہ کہ قومی ضروریات کے پورے ہونے سے۔ قیمتیں بڑھنے کے باوجود حقیقی قیمتوں کی بنیاد پر بننے والا ٹیکس ادا نہیں کیا جاتا۔ یوں ملکی معیشت کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ بقیہ: ص 12 پر

عربوں کا غیر مؤثر اتحاد

انسانی معاشرے میں قوموں اور ملکوں کے درمیان معاہدات کی ضرورت ہوتی ہے۔ جن کے سچے ہونے کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ اُن کی وجہ سے انسانی زندگی میں مجموعی طور پر راحت رسانی پیدا ہو جائے۔ قومیں ترقی کا اگلا قدم اٹھائیں۔ اگر ریجنل اقوام میں معاہدات اور شراکت داریاں قوموں کی ترقی کے لیے ہوں تو اُس کے نتائج مثبت آتے ہیں۔ اور اگر طاغوتی قوتوں کے لیے آلہ کاری کے کردار کے لیے آرگنائزیشن بنائی جائیں اور معاہدات کیے جائیں تو قومیں غلامی کے نئے دائرے میں داخل ہو جاتی ہیں۔

تمام عرب ریاستیں سلطنتِ عثمانیہ کے خلاف بغاوت کے نتیجے میں وجود میں آئی تھیں۔ برطانوی سامراج نے خلافتِ عثمانیہ کے خلاف انھیں باغی بنایا تھا۔ ان کی تشکیل کے بعد مستقبل میں ان پر ایک نگران نظام مقرر کرنے کی ضرورت تھی۔ چناںچہ اس تقرری کے حوالے سے کچھ اقدامات پیشگی اٹھائے گئے اور کچھ کو بعض اقدامات کے نتائج کے ساتھ منسلک کر دیا گیا۔ 1948ء میں استعماری قوتوں نے عربوں کے اندر ایک صیہونی ریاست کے قیام کا فیصلہ کر لیا تھا، جس کا باقاعدہ اعلان 14/ مئی 1948ء کو شام 4 بجے ڈیوڈ بین گورئین (David Ben Gurion) نے کیا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی تھی کہ عربوں میں بالخصوص اور عالمِ اسلام میں بالعموم اس کے خلاف پیدا ہونے والے امکانی ردِعمل کا تدارک کیا جا سکے، جس کے لیے 22/ مارچ 1945ء کو چھ عرب ریاستوں (مصر، عراق، اُردن، لبنان، سعودی عرب اور شام) کے سربراہوں نے مصر کے شہر قاہرہ میں عرب لیگ (League of Arab States) یعنی "L.A.S" قائم کی۔

عرب لیگ اپنے چارٹر کے اعتبار سے رکن ملکوں پر آنے والی آفات و بلیات سے تحفظ فراہم کرنے والی چھت بنائی گئی تھی، لیکن عملی طور پر یہی چھت ان کے لیے بہت بڑی مصیبت ثابت ہوئی۔ عرب لیگ شروع میں ایک علاقائی تعاونی تنظیم کے طور پر متعارف کروائی گئی، جس کے چارٹر میں رُکن ممالک کے درمیان سیاسی، معاشی، ثقافتی اور معاشرتی معاملات میں تعاون کو فروغ دینا تھا۔ اس کے علاوہ رُکن ممالک کے درمیان تنازعات اور بیرونی ممالک کے مابین مشکلات کو حل کروانا بھی اس کا حصہ تھا۔

1950ء میں ایک معاہدے پر دستخط کر کے مشترکہ دفاع اور معاشی تعاون کو بھی عرب لیگ کی تنظیم کے چارٹر کا حصہ بنا دیا گیا۔ 1979ء میں جب مصر کے صدر انور سادات نے تمام رُکن ملکوں کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے اسرائیل کے ساتھ ''امن معاہدہ'' کر کے اسے تسلیم کر لیا تو اس کے ساتھ ہی عرب لیگ کے دیگر ممالک نے مصر کی رُکنیت کو معطل کر کے تنظیم کا ہیڈکوارٹر قاہرہ سے تیونس (مراکش) منتقل کر دیا۔ پھر 1989ء میں اس کی رُکنیت بحال کر کے اس تنظیم کا ہیڈکوارٹر دوبارہ قاہرہ پہنچا دیا۔

اسی طرح عرب اسرائیل کے درمیان چھ روزہ جنگ (5 تا 10/ جون 1967ء) کے مہلک اثرات کے بہ ظاہر مداوا کے لیے 57 اسلامی ممالک نے مراکو کے شہر رباط میں شاہ حسن دوئم کے ذریعے 25/ ستمبر 1969ء کو O.I.C یعنی ''تنظیم تعاون اسلامی'' (Organization of Islamic Cooperation) کے نام سے ایک فورم کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ اس کے ذریعے دیگر مسلمان ملکوں کو بھی استعماری لپیٹ میں لے لیا گیا۔

مشرقِ وسطیٰ میں ایسے تمام ممالک، جن کے ماضی میں سوویت یونین کے ساتھ اچھے تعلقات تھے، استعماری طاقتوں نے انھیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کے تمام ممکنہ ہتھکنڈے استعمال کیے۔ دہشت گردی، تخریب کاری، انتہا پسندی جیسے مہلک ہتھیاروں کو ذریعہ بنایا گیا۔ 2010ء کے آخر اور 2011ء کے اوائل میں مشرقِ وسطیٰ میں ''عرب بہار'' کے نام سے تخریب کاری مہم شروع ہوئی، جس کا واضح ہدف یمن، مصر، لیبیا اور شام تھے۔ اگرچہ اس کی شروعات تیونس سے ہوئی تھیں، لیکن مصر کے راستے اس کے مہلک اثرات نے لیبیا، یمن اور شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ لیبیا کے معمر قذافی کو شہید کرنے کے بعد دُنیا کے سب سے خوش حال ملک کے وسائل کو لوٹ کر اسے تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اگلا ہدف شام تھا۔ بشار الاسد 2015ء تک اپنے وسائل کے ساتھ ''عرب بہار'' نامی دہشت گرد جتھے کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ڈٹا رہا، لیکن جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ اکیلا عفریتوں کے خلاف لڑ کر جنگ نہیں جیت سکتا، لہٰذا اس نے ان دہشت گردوں کے خلاف جنگ میں امداد کے لیے روس سے رجوع کیا، جس کے تعاون کے ساتھ بشار الاسد جتھوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا۔

روسی اخبار پراودا (Pravda.ru) نے بلادی نیوز ڈاٹ کام ویب سائٹ کے حوالے سے 13/ نومبر 2021ء کو ایک رپورٹ شائع کی تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ الجیریا میں مارچ 2022ء کو عرب لیگ کا ایک اہم اجلاس منعقد ہونے جا رہا ہے، جس میں شام کی رُکنیت بحال کر دی جائے گی۔ رُکنیت کی بحالی کے سلسلے میں ولادی میر پیوٹن نے مصری صدر عبدالفتاح السیسی سے رابطہ کیا ہے، جس نے پیوٹن کو بحالی کی یقین دہانی کروادی ہے۔

عرب لیگ ایک ایسا فورم ہے، جس نے ماضی میں کبھی بھی کسی رُکن کو مشکلات سے نکالنے کی سعی نہیں کی، اُلٹا ابتلا میں مبتلا کر کے سر سے چھت کھینچ کر اسے بے آسرا کرنا عرب لیگ کا وطیرہ رہا ہے۔ ماضی قریب میں ایسے تلخ تجربات سے گزرنے والے ملک مصر کے بعد دوسرا بڑا ملک شام آج پھر لیگ میں شمولیت کی کیوں ضد کر رہا ہے؟ اگر تو اس کا مقصد محض اپنا چھینا ہوا وقار بحال کروانا اور رُکن ممالک پر اپنی دھاک بٹھانا ہے تو یہ اَور بات ہے۔ کیوں کہ یہ فورم جن طاقتوں کا تشکیل کردہ ہے، وہ انھیں کے لیے آلہ کاری کا کام کرتا ہے۔ وہ اپنی تشکیل کے تقاضوں سے باہر نہیں جا سکتا۔ ویسے بھی ان اداروں کو وجود میں آئے آج نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ ایسے تمام اتحاد آج غیر مؤثر ہو چکے ہیں۔ عالمی پس منظر میں علاقائی حالات سرعت رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ ایران، عراق، یمن، لبنان، لیبیا اور مشرقِ وسطیٰ کے کئی ممالک تبدیلیوں کے عمل سے گزر رہے ہیں۔ تبدیلیوں کے اس عہد میں نئے سیاسی و سماجی ڈھانچے وضع کرنے کی ضرورت ہے۔

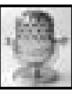

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

کتابِ مقدس قرآن حکیم کا نورِ ہدایت

یکم رجنوری 2021ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں دورۂ تفسیر قرآن حکیم کے تکمیلی مراحل کے موقع پر خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''معزز دوستو! ہم گزشتہ سے پیوستہ جمعہ سے کتابِ مقدس قرآن حکیم کی تعلیم و تربیت اور اُس کے فہم و شعور کے لیے یہاں جمع ہیں۔ قرآن حکیم کے فہم کے مطابق اپنے آپ کو تربیت یافتہ بنانا بہت اعلیٰ درجے کا کام ہے۔ کتابِ مقدس قرآن حکیم اللہ کا وہ نور ہے، جو قیامت تک انسانیت کے لیے رہنمائی فراہم کرتا رہے گا۔ قرآن حکیم اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی وہ تجلّیٔ نورانی ہے کہ جو انسانی روحوں کو منور کرتی ہے۔ عقلوں کو باشعور بناتی ہے۔ نفسوں کو مہذب کرتی ہے۔ قلب کے اندر جرأت اور ہمت پیدا کرتی ہے۔ اس نور کے ساتھ وابستہ ہونا، اس کے معانی اور مفاہیم پر غور و فکر کرنا، اس کے ساتھ دلی لگاؤ پیدا کرنا، دنیا اور آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

انسان دنیا میں رہتا ہے تو اُسے اپنے جسم کے تقاضوں کے تحت بہت ساری چیزوں سے رشتہ قائم کرنا ہوتا ہے۔ کھانا، پینا، پہننا، زندگی بسر کرنا، روٹی کپڑا مکان کا ہونا، دیگر ضروریات کو پورا کرنا' یہ اس کے جسمانی تقاضے ہیں۔ ان کے بغیر انسان اس کرۂ ارض پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کی ان جسمانی ضروریات کا بھی اصل تعلق اس کی روحِ ملکوتی اور الٰہی نور کے ساتھ ہے کہ جو انسان کو نہ صرف اس دنیا میں کھانے پینے کی عقل سکھاتی ہے، تہذیب سکھاتی ہے، اچھے ارتفاقات، زندگی بسر کرنے کے لیے سہولتوں کا نظام دیتی ہے، بلکہ موت کے بعد کی زندگی میں بھی ہماری روح کے ساتھ وابستہ یہ نور ہمارے لیے روشنی اور ہدایت کا باعث بنے گی۔

دنیا کی وہ تمام چیزیں جو محض جسمانی لذتوں اور تقاضوں کے مطابق انسان کرتا ہے، تو ان کا معاملہ یہ ہے کہ جب انسان کا جسم ختم ہوگا، تو وہ تمام چیزیں بھی ختم ہو جائیں گی۔ اس لیے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ جب انسان دنیا کی ان چیزوں کے ساتھ ایسا تعلق قائم کر لیتا ہے کہ جو روح کے تقاضوں سے عاری ہو، تو جیسے ہی اگلے جہان میں پہنچے گا تو وہاں یہ جسم نہیں ہوگا، جسم سے ہی وہ لذت محسوس ہو سکتی تھی، جو دنیا میں اس نے حاصل کی ہے، تو ایسی روح پاگلوں کی طرح اس لذت کو تلاش کرتی پھرے گی، وہ ہوگی ہی نہیں تو وہ لذت حاصل نہیں ہوگی۔ اس سے وہ تمام چیزیں گم ہو کر رہ جائیں گی۔ لیکن اگر دنیا کے یہی کام، یہی کھانا پینا، یہی اوڑھنا بچھونا، یہی کام کاج اُس نے اُس کتابِ مقدس قرآن حکیم کے نور کی ہدایت کی روشنی میں کیے، اس کے احکامات کے مطابق یہ کام کیے تو اب اس لذت کے ساتھ وہ نورِ الٰہی جڑ گیا۔ اس لیے جب موت کے بعد نیا جسم ملے گا، وہ بھی اُس نور کی وجہ سے اس لذت کا احساس اور اِدراک رکھے گا۔ دین کا یہ جامع تصور ہے''۔

دین کے جامع تصور کی ضرورت و اہمیت

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''غلامی اور پستی کے زمانے میں ہمارے دماغوں سے دین کا جامع تصور نکال دیا گیا۔ غفلت پیدا کر دی گئی۔ دو طرح کے انتہا پسند پیدا کر دیے۔ ایک مذہبی انتہا پسند، جنھوں نے کہا کہ انسان کو صرف روح کے تقاضوں کی تکمیل کرنی ہے۔ اور روح کے تقاضوں کے لیے محض نماز پڑھ لی، روزہ رکھ لیا، عبادات کر لیں، اپنے مزعومہ خیالات کے مطابق، اپنے اپنے مسلک، اپنے اپنے فرقے کے مطابق۔ دوسری طرف وہ انتہا پسند گروپ وجود میں آ گیا، جو خالصتاً مادی نقطہ نظر سے انسانوں کے لیے خواہشات اور لذات کا پورا نیٹ ورک قائم کیے ہوئے تھا۔ خود انگریزوں نے مذہب کا یورپ سے جنازہ نکال کر اپنے مزعومہ خیالات کے مطابق مادیت پرستی کو اصلِ اُصول قرار دے دیا۔

حال آں کہ انسان خالی روح ہو تو یہ بھی ادھورا، اور محض جسم ہو تو یہ بھی ادھورا، اس انسان کے جسم سے روح نکال لی جائے تو یہ جسم ایک دن اس کرۂ ارض پر نہیں گزار سکتا۔ اگلے ہی دن اس کے جسم سے بدبو اُٹھنا شروع ہو جاتی ہے۔ اور خالی روح یہاں دنیا میں رہتی نہیں ہے۔ وہ تو جسم سے نکلتی ہے اور پرواز کر جاتی ہے۔ تو خالی روح کیسے تکمیل پذیر ہو سکتی ہے۔ محض روح کے مسائل کیسے حل کیے جا سکتے ہیں؟ جسم اور روح دونوں کا جب تک ملاپ نہیں ہوگا، دونوں کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے، وہ انسانی معاشرہ انسانی نہیں بنے گا۔ وہ یا اِدھر کا (محض مادی) انسان ہوگا، یا اُدھر کا (محض روحانی) انسان ہوگا۔

ان دونوں انتہا پسند طبقوں کے بارے میں قرآن حکیم ایک واضح شعور دیتا ہے۔ وہ شعور ایسے مزاحمتی نظریے پر مشتمل ہے، جو سرمایہ پرست قوتوں اور رجعت پسند مذہبی قوتوں کے مقابلے پر اعتدال اور توازن کے ساتھ، عقل و شعور کے ساتھ، مزاحمت کرتا ہے، خود اس پر استقامت اختیار کرے، اور اپنے اس نظریے کی جماعت بنائے۔ لوگوں کو دعوت دے۔ اپنے ساتھ وابستہ کرے۔ پھر صبر و استقامت سے مسلسل اپنی طاقت کو بڑھاتے ہوئے، اپنے نظریے کو غالب کرنے کے لیے کردار ادا کرے۔

اس لیے ایسے مشکل ماحول میں جہاں غلامی کے اثرات ہوں، جہاں قرآن حکیم کا مطالعہ ناقص اور ادھورے طور پر کرایا جائے، جہاں بے شعوری کو آگے بڑھایا جائے، وہاں شعوری بنیادوں پر، دینی فہم و بصیرت کی بنیاد پر، ایسے تربیتی دورہ ہائے تفسیر کا انعقاد یقیناً ایک بہترین اور شعور بخش عمل ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو قرآن حکیم کی اس نورانیت سے وابستہ کرنا چاہیے اور حلقہ ہائے دروسِ قرآن کے ساتھ اپنے نوجوانوں کا، اپنی سوسائٹی کے لوگوں کا سچا تعلق قائم کرانا چاہیے۔ یہ بہت اونچے درجے کا کام ہے۔ اسے توانائی اور طاقت کے ساتھ ہمیں آگے منتقل کرنا چاہیے۔ یہ دراصل انبیا علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ کی طرح اُن کے نقشِ قدم پر چلنے، اُن کی نیت سے کام کرنے کا عمل ہے۔ اس لیے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ ہمیں اعلیٰ درجہ نصیب فرمائے گا''۔

عمل کا تکرار فکر و کردار میں رسوخ پیدا کرتا ہے

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’دینی دعوت میں اپنی اصلاح پیشِ نظر رہنی چاہیے۔ گفتگو میں نئی بات کا ہونا کوئی ضروری نہیں ہوتا ہے، بلکہ بعض اوقات ایک ہی بات استقامت کے ساتھ ایک مدعو تک پہنچانے کے جذبے کے ساتھ دہرائی جاتی ہے۔ وہ اس نقطہ نظر سے دہرائی جائے کہ خود اس گفتگو کے نتیجے میں اس کا پورا اثر مجھ پر بھی ہو۔ میں اپنی اصلاح کے لیے بات کر رہا ہوں۔ اپنی اصلاح اور تربیت کے نقطہ نظر سے بات دہرائی جائے گی تو یہ دل سے اٹھے گی، اور جب بات دل سے اُٹھتی ہے تو دل پر پڑتی ہے۔ مدعو پر بھی اُس کا اثر ہوتا ہے۔

دینِ اسلام کی تعلیمات اور اس کے اعمال ہم بار بار دہراتے ہیں۔ صبح نماز فجر پڑھی، پھر ظہر پڑھی، پھر عصر پڑھی، پھر مغرب پڑھی، پھر عشا پڑھی، اگلے دن پھر فجر پڑھی۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ روزانہ ایک ہی عمل کر رہے ہیں تو اس کا کیا فائدہ ہے؟ دیکھیے! بڑی بنیادی سی بات ہے کہ روزانہ آپ کھانا بھی تو کھاتے ہیں، پانی بھی پیتے ہیں۔ ایک بار پانی پیا اور جب پیاس لگی پھر پیا۔ پھر کھانا کھایا۔ تو جیسے ہر غذا اور ہر کھانا پینا آپ کے جسم میں توانائی کے نئے سیلز بناتا ہے، جب کہ پرانے اور فرسودہ سیلز ٹوٹ جاتے ہیں، ایسے ہی قرآن حکیم کی ہر آیت کا نور، نماز پڑھنے کا ایک نور، دینی تعلیمات کی دعوت کا اثر آپ کے جسم میں تازہ نور بھرتا ہے۔ کیا آپ غذا کا نور تو لینا چاہتے ہیں اور قرآن کا نور نہیں لینا چاہتے؟ نماز کا نور نہیں لینا چاہتے؟ دعوت کا نور نہیں لینا چاہتے؟!

اعمال کو بار بار دہرانے سے ہی انسان کی تربیت ہوتی ہے۔ ہمارے حضرت شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ جب لوگ تربیت حاصل کر رہے ہوتے ہیں تو ذکر اللہ کی کثرت سے دین کے کسی نہ کسی شعبے کے ساتھ انسان کا ضرور ایک تعلق اور وابستگی پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی کو نماز پڑھنے سے تعلق ہو جاتا ہے، کسی کو ذکر سے، کسی کو دیگر دینی کاموں سے، اور صحابہ کرامؓ کو سب سے زیادہ مفادِ عامہ کے کام کرنے سے تعلق ہوا۔ اُس کے لیے انھوں نے خلافتِ راشدہ کا نظام بنایا، نظم و نسق قائم کیا، دنیا بھر میں دین کے غلبے کے لیے دور دراز کا سفر کیا، تاکہ انسانیت ظلم سے نکل کر عدل و انصاف کے ماحول میں آ جائے۔ صحابہؓ کا یہ عمل اسی لیے بہت قیمتی ہے۔ اس لیے نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ ایک غیر صحابی اُحد پہاڑ کے برابر صدقہ کرے اور میرا صحابی ایک چھوٹی سی کھجور کی مقدار اللہ کی راہ میں صدقہ کرے تو صحابی کا یہ عمل اُس اُمتی کے اُحد پہاڑ کے عمل سے بھی بہت اونچے درجے کا ہے۔ اس لیے کہ کوالٹی اونچی ہے۔ کوانٹٹی کی بات نہیں ہے۔ تعداد اور مقدار کا زیادہ ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اصل چیز معیار ہے۔ یہ معیار قلب کے خلوص کے ساتھ، انسانیت کو بھلائی کے راستے پر ڈالنے کی نیت سے، ظلم و ستم کے ماحول سے نکالنے کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ جب ہم دینی جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں تو یہی دعوت اور وزور دارِ عمل دراصل ہماری ترقی کا باعث بنتا ہے‘‘۔

بلاتفریق رنگ و نسل تمام انسانیت کے لیے جدوجہد کریں!

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’اس دورۂ تفسیر قرآن حکیم میں جو کچھ ہم نے سیکھا ہے، یہ ہم تک محدود نہیں رہنا چاہیے۔ اس کی دعوت کو آگے پھیلانے کے لیے ہمیں اپنے آپ کو وقف کرنا چاہیے۔ اپنے کاروبار سے اور اپنے اعمال میں سے وقت نکال کر اس نظریے کو آگے منتقل کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنی چاہیے۔ ہم سب لوگ جانتے ہیں کہ اس نظریے اور قرآن کے اس تعلق سے پہلے ہماری حالت کیا تھی اور اس دینی نظریے کو قبول کر لینے کے بعد ہمارے شعور، فہم، علم، کردار، گردوپیش کے ماحول میں، ہمارے کام کاج کرنے کے طور طریقوں میں کس قدر تبدیلی آئی ہے، کتنی عمدگی اور بہتری پیدا ہوئی ہے۔ اگر یہ عمل دنیا میں ہمارے لیے نفع بخش اور ہمارے شعور کو بلند کرتا ہے، قلب میں اعتماد پیدا کرتا ہے، ہمیں مایوسی سے نکالتا ہے تو یقیناً آخرت میں تو اس کے درجات بہت بلند ہیں۔

آج وہ ماحول جس میں یہاں کی فرسودہ رجعت پسند مذہبی جماعتیں اور یہاں کا ظلم کا سسٹم دین سے مایوسی پیدا کر رہا ہے، انتہاپسندی پیدا کر رہا ہے، تشدد کے راستے پر ڈال رہا ہے، ایسے ماحول میں آدمی مایوسی سے نکل کر خوداعتمادی میں آ جائے، ایسے ماحول میں وہ شعوری طور پر کردار ادا کرنے کے لیے آمادہ ہو جائے اور اس پر وہ مطمئن زندگی بسر کرے، اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوگی؟ آج آپ ان جماعتوں کے لیڈروں کو دیکھیں جو ہر دس بیس پچاس سال بعد اپنی پالیسی بدل لیتے ہیں۔ کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔ آج ایک بیان ہے تو کل دوسرا بیان ہے۔ الحمدللہ! جو لوگ اس ولی اللّٰہی جماعت کے ساتھ وابستہ رہے، امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا فکر انھوں نے سمجھا، امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی باتیں سمجھیں، سچے بزرگوں اور اولیاء اللہ کے فکر سے وابستہ ہوئے، آج پُراعتماد ہیں۔ کل انھوں نے جو بات کہی تھی، وہی آج بھی درست ثابت ہوئی ہے۔

قرآن حکیم کا نظریہ وہ ہے جو ہر گزرتے دن کے ساتھ اپنی پہلی بات پر اعتماد پختہ کرتا ہے۔ شعور، فہم و بصیرت کی اس دعوت کو لے کر نئی نسل تک پہنچنا، ان کو دعوت دینا، یہ ہم پر فرض ہے۔ ہم پر علمائے حق کا قرض ہے کہ ہم یہ ذمہ داری اگلی نسل تک منتقل کریں۔ ان کے اس نظریے کو آگے منتقل کریں۔ یہ انبیاؑ کا مشن ہے۔ صحابہؓ کا مشن ہے۔ اولیاء اللہؒ کا مشن ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے بعد آنے والے تمام علمائے ربانیین اور سچے لوگوں کا قرض ہے۔ یہ قرض ہمیں چکانا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ دوستوں تک اس کو منتقل کر کے خوداعتمادی پیدا کریں۔ ایمان و یقین کی کیفیت پیدا کریں۔ اللہ کے ساتھ سچا تعلق قائم کریں۔ انسان دوستی کے لیے کردار ادا کریں۔ بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب تمام انسانیت کے لیے عدل، امن اور معاشی خوش حالی پیدا کرنے کے لیے خوب جدوجہد اور کوشش کریں تو یقیناً دنیا کی کامیابی بھی ہے اور آخرت کی کامیابی بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عزم میں کامیابی نصیب فرمائے‘‘۔ (آمین)

وفیات

وسیم اعجاز، کراچی

حافظ محمد امینؒ کا سانحۂ اِرتحال

خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے دوسرے مسندنشین حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے متوسل حافظ محمد امین 14 / اگست 2021ء کو کراچی میں 92 برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ إنّا لِلّٰہ و إنّا إلیہ راجعون۔

حافظ محمد امینؒ سے میری پہلی ملاقات غالباً 2003ء میں کراچی میں ہوئی۔ وہ جسمانی طور پر بہ ظاہر کمزور نظر آنے والے، لیکن انتہائی متحرک اور مستعد طبیعت کے مالک تھے۔ سال کے اکثر دنوں میں سفر میں رہتے۔ نہ صرف پاکستان، بلکہ دیگر ممالک میں جہاں کہیں ان کے تعلق دار تھے، ان سے مستقل رابطوں میں رہتے تھے۔

حافظ محمد امینؒ کی پیدائش پنجاب کے شہر فیصل آباد کے قریب گوجرہ میں 1929ء میں ہوئی۔ آباؤ اجداد کسی دور میں ابوہر، ضلع بیکانیر، راجستھان سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہو گئے تھے۔ عصری تعلیم تو زیادہ حاصل نہ کی تھی، لیکن قرآنِ حکیم کی تعلیم حاصل کی اور اپنے خاندانی کام (لوہار) سے وابستہ ہو گئے تھے۔ خاندان میں موصوف کے ماموں محمد صدیق کا تعلق برِعظیم کی حریت پسند جماعت ''مجلس احرارِ اسلام'' سے تھا۔ وہ اس وقت گوجرہ کی جماعت کے سالارِ اعلیٰ تھے۔ انھیں کی صحبت کے نتیجے میں موصوفؒ کا طبعی رُجحان بھی اس طرف بڑھا۔ اس طرح سیاسیات میں دلچسپی بڑھی تو ان کے ماموں نے اس حوالے سے ان کی تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔

دوسرا بڑا پہلو حافظ صاحب مرحوم کی زندگی کا یہ تھا کہ ان کے والدِ گرامی کے ایک دوست بابو خوشی محمد کا ان کے ہاں آنا جانا تھا، جو کہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے متوسلین میں سے تھے۔ وہ جب بھی تشریف لاتے تو بابو خوشی محمدؒ حضرت رائے پوری ثانیؒ کے خاص مرید تھے، ان کا حضرت اقدسؒ سے خاص تعلق بھی تھا، وہ حضراتِ مشائخ رائے پور کی باتیں اور مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوری نومسلمؒ کے واقعات، ان کی استقامت اور خانقاہِ رائے پور شریف کے حالات و واقعات بتاتے تو رائے پوری حضراتؒ بالخصوص حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اور حضرت رائے پوری ثانیؒ سے بہت اُنسیت پیدا ہوگئی۔ ملاقات کا اشتیاق بڑھا، لیکن کوئی سبیل نہیں بن رہی تھی۔

حافظ محمد امینؒ اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں کہ: ''1945ء میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ ہمارے شہر ابوہر منڈی (ضلع بیکانیر، انڈیا) میں بہ نفسِ نفیس تشریف لائے۔ ہماری خوش نصیبی کو چار چاند لگے۔ والد صاحبؒ بھی ایسے حضرات کے چاہنے والے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ حضرت اقدس اپنے شہر میں تشریف لائے ہیں اور مولانا عبدالجبار صاحب (بڑے) کی مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں والد صاحب کے ساتھ عشا کی نماز میں اس مسجد میں پہنچا اور حضرت اقدسؒ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مسکراتا ہوا اور کھِلا ہوا نورانی چہرہ، سفید داڑھی، پُرنور اور کشادہ پیشانی، میں دیکھتا ہی رہ گیا۔... میں سمجھتا ہوں کہ (حضرت اقدسؒ کے ساتھ بیتے ہوئے لمحات) میری زندگی کے یادگار لمحات ہیں، جن میں حضرت اقدسؒ کے ساتھ سفر کرنا، ان کو لے کر جانا، واپس ان کی معیت میں جانا۔ اس دوران حضرت اقدسؒ کی نظرِ کرم کا میرے چہرے پر پڑنا وہ ہمیشہ زندگی بھر مجھے یاد رہے گا۔ اسی نظرِ کرم کا فیض ہے، جو میرے لیے باعثِ عزت بنا اور زندگی بھر میرے ساتھ رہا''۔

حافظ محمد امینؒ کا حضرت اقدس رائے پوری ثانیؒ سے بیعت کا واقعہ بھی بہت دلچسپ ہے۔ 1946ء میں جب حضرت رائے پوریؒ دین پور، بہاول نگر تشریف لائے تو موصوف ملاقات کے لیے پہنچے، لیکن پتہ چلا کہ حضرت اقدسؒ رائے پور روانگی کے لیے اسٹیشن تشریف لے جا چکے ہیں۔ دوڑے دوڑے اسٹیشن گئے اور پلیٹ فارم پر حضرتؒ کی زیارت کی اور بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ٹرین آنے میں تھوڑی ہی دیر باقی تھی۔ حضرتؒ نے خوش دِلی سے بیعت فرمالیا۔ اسی دوران موصوفؒ اس سلسلے سے وابستہ ہو گئے۔ یہ واقعہ حافظ صاحبؒ بہت خوشی سے سنایا کرتے تھے۔

اس کے بعد سے حضرات مشائخ رائے پور؛ حضرت اقدس رائے پوری ثانیؒ، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے پورے تسلسل کے ساتھ وابستگی قائم رکھی۔ حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ جب بھی کراچی تشریف لے جاتے تو وہاں حضرتؒ کی قیام گاہ پر ضرور حاضر ہوتے رہے۔ اگر ان کا پنجاب میں سفر ہوتا تو یہاں حضرتؒ سے ضرور ملاقات کے لیے حاضر ہوتے رہے۔ اسی طرح حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سے بھی بدستور محبت کا تعلق قائم رکھا۔ یادداشت اتنی اچھی تھی کہ 80 سال پرانی باتیں اور واقعات بھی یاد تھے۔

1953ء میں مجلس احرارِ اسلام میں متحرک تھے۔ دن رات اسی میں مصروف رہتے تھے۔ مجلس کے مختلف عہدوں پر بھی فائز رہے۔ گوجرہ میں مجلس کے جنرل سیکریٹری کے طور پر منتخب ہوئے اور ملکی سیاست اور خصوصاً قادیانیت کے خلاف بھرپور کردار ادا کیا۔ اپنے ضلع کے مختلف مقامات پر اجلاسات اور رابطوں کے لیے موصوفؒ کی ہی ڈیوٹی لگائی جاتی تھی، جسے وہ پورے جذبے کے ساتھ ادا کرتے۔ اس دوران انھیں مولانا مجاہد الحسینیؒ اور مولانا عبیداللہ احرارؒ وغیرہ کے ساتھ مل کر کام کرنے کا اتفاق ہوا۔

1979ء میں بہ سلسلۂ روزگار کراچی منتقل ہوگئے۔ تقریباً 2 سال سعودیہ میں بھی رہے۔ کراچی میں رہ کر اپنی برادری کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے ایک انجمن ''الحدید ویلفیئر سوسائٹی'' کی بنیاد رکھی۔ 1992ء میں ''الحدید'' کے نام سے ایک ماہنامہ بھی جاری کیا، جس کا نام بدل کر 1994ء میں ''تعمیرِ حداد'' رکھا۔

حافظ محمد امینؒ کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے محمد جاوید سے ملاقات ہوئی تو ماضی کی بہت سی یادوں کا بھی تبادلہ ہوا۔ حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ اور جملہ متوسلین کی جانب سے بھی تعزیت کی۔ اللہ تعالیٰ حافظ محمد امینؒ کی مساعی کو قبول فرمائے اور اعلیٰ علّیین میں مقام عطا فرمائے۔ (آمین!)

دعوتِ جہاد اور سیّد احمد شہیدؒ

اس چمن میں داغ بیل اس کی جماعت سے پڑی
فوج باطل کے مقابل ہوگئی آکر کھڑی

ہر مجاہد اس جماعت کا جواں بخت و سعید
قافلہ سالار اس کے سیّد احمد شہیدؒ

دعوتِ ارشاد کا اِک سلسلہ برپا کیا
خَلق کی رُشد و ہدایت کے لیے دورہ کیا

نورِ عرفاں کی شعاعوں سے چمک اُٹھا جہاں
ہر طرف ذوقِ شہادت ہوگیا جلوہ فشاں

سرحد آزاد جا کر نظم ملت کا کیا
لا کر میداں میں عدو سے معرکہ آرا کیا

کچھ دنوں میں کامیابی نے قدم چومے وہاں
ہوگئے ظاہر اُفق پر فتح یابی کے نشاں

جلوہ فرما ہوگیا سرحد میں اسلامی نظام
جاگ اُٹھا ذوقِ عبادت ، بندگی کا اہتمام

جلوۂ ایثار و اُلفت سے فضا روشن ہوئی
سرزمینِ کوہ و صحرا ، وادئ ایمن ہوئی

ایسا لگتا تھا صحابہؓ کا زمانہ آ گیا
منظر عہدِ نبوت ہر نظر میں چھا گیا

جب مسلسل فتح یاب ہوتے گئے اہلِ غزا
کر دیا شیطاں نے سرداروں کو آتش زیرِ پا

عہد شکنی پر ہوئیں آمادہ خفیہ بستیاں
اِک شب میں ذبح کر ڈالے جو قاضی تھے وہاں

غدر کر کے نظمِ اسلام کو برہم کردیا
اہلِ دل کی آنکھوں کو اشکوں سے پُر نم کردیا

نذرِ سازش ہوگئے سردار پیماں توڑ کر
قصرِ دیں کو ڈھا دیا باطل سے رشتہ جوڑ کر

یہ مجاہد نظرِ میدان شہادت ہوگئے
کس مسرت سے شہید راہِ اُلفت ہوگئے

ملک کی تاریخِ آزادی کا عنواں بالاکوٹ
سُرخئ خونِ شہادت سے ہے تاباں بالاکوٹ

قافلہ نے اہلِ ہمت کے نہ مانی یہ شکست
کر لیا ان جاں نثاروں نے نیا اِک بندوبست

ایک نیا عزم جواں لے کر نبرد آرا رہے
فوج سے برطانیہ کے معرکہ فرما رہے

یہ جماعت بر سرِ پیکار آخر تک رہی
سلطنتِ برطانیہ کی جڑ ہی کٹ کر رہ گئی

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

جب یاد آگئے ہیں حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ

شاعر: تابش زیدی (دبئی)

جب یاد آ گئے ہیں شاہ سعید احمدؒ
ذہنوں پہ چھا گئے ہیں شاہ سعید احمدؒ

اپنا کے جن کو بنتی ہے قوموں کی زندگی
وہ گُر بتا گئے ہیں شاہ سعید احمدؒ

قرآن کے افکار پہ عملی نظام کا
رستہ بتا گئے ہیں شاہ سعید احمدؒ

تنظیمِ عہدِ نو کی تجلی لیے ہوئے
دُنیا کو بھا گئے ہیں شاہ سعید احمدؒ

انسانیت کے حسن کی تکمیل کے لیے
رحمت لٹا گئے ہیں شاہ سعید احمدؒ

غفلت میں تھے جواُن کے دلوں میں بفضلِ رب
غیرت جگا گئے ہیں شاہ سعید احمدؒ

شاہ ولی اللہؒ کے افکار کی قسم
دل میں سما گئے ہیں شاہ سعید احمدؒ

حضرتِ آزاد رائے پوری کی شکل میں
دُنیا پہ چھا گئے ہیں شاہ سعید احمدؒ

تابشؔ بدل گیا میری دُنیا وہ ایک دن
جب سے رُلا گئے ہیں شاہ سعید احمدؒ

بقیہ: سبسڈی کا طوق

ٹیکسٹائل کا بھی یہی حال ہے، جہاں اس سیکٹر کو سستی بجلی فراہم کی جاتی ہے، تا کہ ایکسپورٹ کے حوالے سے یہ سیکٹر بیرونی دنیا سے مقابلہ کر سکے۔ لیکن اس سستی بجلی کا غلط استعمال کر کے یہ صنعت کار اپنی پیداوار ایکسپورٹ کرنے کے بجائے مقامی مارکیٹ میں فروخت بھی کرتے ہیں، یعنی حکومتی سبسڈی کا غلط استعمال۔ گویا عوام پاکستان ان سب کو اپنی محنت کی کمائی سبسڈی کی صورت میں دے رہے ہیں، تا کہ ایسے تمام شعبے منافع بخش رہ سکیں۔

اگر کہا جائے کہ کچھ ملک کا بھی سوچیں اور اس سبسڈی کے گھن چکر کو ختم کیا جائے تو بلیک میلنگ اور دھونس کا بازار گرم کر دیا جاتا ہے۔ پہلے سے معاشی اضمحلال کی شکار حکومت کو بڑی مہارت سے جھٹکے دیے جاتے ہیں، جن کا انداز مالیاتی سے زیادہ سیاسی ہوتا ہے۔ پھر میڈیا بھی تو ہے جو اِن طاقت ور لوگوں کی جیب میں ہوتا ہے۔ ایسا کچھ نہیں ہونے دیتا جو ملکی معیشت کو سہارا دے۔ یہی وجہ ہے کہ برآمدات میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوتا اور اندرونی معیشت میں سٹے باز اور مافیا سرگرم رہتے ہیں۔ حلق سے اُوپر اُوپر حب الوطنی کے بھاشن صبح شام دیے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ قوم مزید ٹیکس دے، ابھی کافی نہیں ہے۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال ہم اپنا زکوٰۃ کا حساب ماہ اکتوبر میں ہر سال کرتے ہیں۔ ہمارے علاقے کے ایک مولوی صاحب نے کہا ہے کہ تم اپنا حساب کتاب ماہِ رمضان المبارک میں کیا کرو۔ کیوں کہ عیسوی سال میں 30، 35 سال بعد ایک ماہ کا فرق پڑ جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس حساب کتاب کو ماہِ رمضان المبارک میں لانے کی شرعی صورت کیا ہوگی؟ کیوں اگر میں ابھی حساب کتاب کرتا ہوں تو چھ ماہ بعد دوبارہ حساب کروں گا۔ اب جو چھ ماہ دوبارہ والا حساب ہے، اس پر تو ابھی سال بھی پورا نہیں ہوا ہوگا۔ تو کیا میں اس پر بھی زکوٰۃ دوں؟ کیوں کہ شرعاً تو زکوٰۃ کے وجوب کی شرط اس مال پر سال کا پورا ہونا ہے۔

سائل: احمد اللہ خان، جنوبی وزیرستان

جواب ماہِ رمضان المبارک کے علاوہ دیگر مہینوں اور دنوں میں بھی زکوٰۃ دینا درست ہے، بلکہ جس وقت بھی سال پورا ہو جائے، اُسی وقت زکوٰۃ دینا بہتر ہے۔ البتہ اگر قمری سال کا حساب زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے مقرر کر لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ مثلاً آپ اس سال اگر اکتوبر کے مہینے میں زکوٰۃ نکالیں تو اسی دن اور اسلامی ماہ (ربیع الاوّل) نوٹ کر لیں۔ پھر ہر سال اسی حساب سے زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ یہ ضرور ہے کہ رمضان شریف میں زکوٰۃ کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ رمضان میں ایک فرض کی ادائیگی کا ثواب ستر درجے بڑھ جاتا ہے۔ اور اگر آپ یہ چاہیں کہ میں بھی اپنا حساب کتاب رمضان المبارک میں کروں تو آپ چھ ماہ پیشگی بھی زکوٰۃ نکال سکتے ہیں۔ اس طرح آئندہ سے آپ کا حساب کتاب رمضان المبارک میں منتقل ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج:6، ص:100، نیز فتاویٰ کفایت المفتی، ج:4، ص:284)

سوال میرے والد صاحب نے میری بیوی کو مارا، وہ اس کے بعد ناراض ہو کر اپنے میکے چلی گئی۔ میرے والد صاحب نے مجھ سے زبردستی پیپر پر دستخط کروائے۔ وہ طلاق پیپرز کا آخری صفحہ تھا۔ مجھے اس بات کا قطعاً علم نہیں تھا کہ اس میں تین طلاقیں درج ہیں۔ وہ پیپرز میری بیوی کو میرے والد صاحب نے ہی TCS کروائے۔ وہ پیپرز میری بیوی نے دیکھے بھی نہیں۔ کیا یہ شرعاً طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

سائل: سجاد حسین، گلشن اقبال، کراچی

جواب صورتِ مسئولہ میں آپ کی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ کیوں کہ آپ نے نہ تو بذاتِ خود طلاق دی اور نہ ہی اس تحریر کو قبول کیا، جس میں طلاق درج ہے، بلکہ اس میں درج خط و کتابت سے بھی لاعلمی کا اظہار کر رہے ہیں۔ لہٰذا شرعاً وہ طلاق نافذ العمل ہوتی ہے، جو بذاتِ خود شوہر قولاً یا فعلاً دے، یا کسی دوسرے کی تحریر پر اپنی رضامندی ظاہر کر دے۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔